قسط (۱۵)

احکامِ شرعیہ میں حالات و زمانہ کی رعایت

مولانا محمد تقی صاحب امینی، ناظمِ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڈھ

(گذشتہ سے پیوستہ)

غلامی کے رواج کو ختم کرنے کی کوشش کی

(۵۲) حضرت عمرؓ نے نصوصِ شرعیہ کی روشنی میں غلامی کے رواج کو ختم کرنے کی کوشش کی اور اس کے لئے مختلف راہیں نکالیں مثلاً یہ اعلان کیا:

(ل) لا یُسترق عربی [1] — کوئی عربی غلام نہیں بنایا جا سکتا۔

(ب) ابو موسیٰ اشعری گورنر کو یہ حکم بھیجا کہ:

خلّوا کل اکّار و زراع۔ [2] — کوئی کاشتکار (ہل چلانے والا) غلام نہ رکھا جائے۔

(ج) امہات الاولاد (جس لونڈی سے اولاد ہو جائے) کی خرید و فروخت سے روک دیا حالانکہ اس سے پہلے ممانعت نہ تھی [3] جس کا مطلب یہ تھا کہ اولاد ہونے کے بعد لونڈی جیسے احکام نہیں رہتے۔

(د) جو غلام رقم دے کر آزاد ہونا چاہے مالک کے ذمہ اس کی آزادی کو ضروری قرار دیا جیسا کہ اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔

حضرت انسؓ کے غلام سیرینؓ نے مکاتبت کی درخواست کی، لیکن انسؓ نے انکار کر دیا جب اس کی شکایت حضرت عمرؓ کو پہونچی تو انسؓ کو بلا کر کہا:

---

[1] کنز العمال ج۲ کتاب الجہاد من قسم الافعال الاساری ص۳۱۲۔ [2] حوالہ بالا۔ [3] ابوداؤد از مشکوٰۃ کتاب العتق۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کاتبہ فابی فضربہ بالدرۃ[1] اس کو مکاتب کردو، اس پر انسؓ نے انکار کیا اور حضرت عمرؓ نے کوڑہ مارا۔

(۲) غلاموں کو اپنے عزیز قریب سے جدا نہ کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ

لایفرق بین اخوین اذا بیعا ولا تفرقوا بیچتے وقت دو بھائیوں میں تفریق نہ کی جائے۔

بین الام وولدھا ولا یفرق بین السبایا ماں اور بچہ کے درمیان جدائی نہ کی جائے۔ اور

واولادھن[2] قیدیوں میں ماں کو بچہ سے جدا نہ کیا جائے۔

اگر مذہب قدیم تنظیم کا نام ہوتا تو حضرت عمرؓ غلامی کے رواج کو ختم کرنے کی راہیں نہ نکالتے زیادہ سے زیادہ یہ کرتے کہ ہر طرح کے حقوق دے کر معاشرہ میں ان کا مقام اونچا کر دیتے۔ دراصل اسلام کی روح ہی یہ تھی کہ معاشرہ سے غلامی کے رواج کو ختم کیا جائے جیسا کہ اس کی تائید حضرت عمرؓ کے درج ذیل قول سے ہوتی ہے۔

متی استعبدتم الناس وقد ولدتھم تم نے لوگوں کو غلام کب سے بنا رکھا ہے حالانکہ

امھم احرارا[3] ان کی ماں نے ان کو آزاد پیدا کیا ہے۔

لیکن ایک دم سے ختم کرنے میں سماجی زندگی کے مختل ہونے کا اندیشہ تھا اس بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتدریج ختم کرنے کی کوشش کی پھر حضرت عمرؓ نے اس کوشش کو اور آگے بڑھایا جس کے لئے مختلف طریقے وضع کئے۔

یہ تو قانون کے درجہ کی بات ہے ورنہ جہاں تک حقوق و مراعات اور سلوک و برتاؤ کا تعلق ہے اسلام نے ابتدا ہی سے غلامی کو ختم کر دیا تھا چنانچہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا:۔

ھم اخوانکم جعلھم اللہ تحت ایدیکم وہ تمہارے بھائی ہیں اللہ نے ان کو تمہارے

فمن جعل اللہ اخاہ تحت یدہ ماتحت کر دیا ہے جس کے ماتحت اللہ نے اس کے

فلیطعمہ مما یاکل ولیلبسہ مما بھائی کو کیا ہے تو جو خود کھائے وہی اپنے بھائی

یلبس ولا یکلفہ من العمل ما کو کھلائے جو خود پہنے وہی اپنے بھائی کو پہنائے

یغلبہ فان کلفہ ما یغلبہ اور جو کام اس کو مغلوب کر دے اس کی تکلیف نہ دے

---

[1] بخاری کتاب العتق باب المکاتبت۔ [2] بیہقی۔ [3] تاریخ عمر لابن الجوزی الباب الثامن والثلثون ص۱۰۰

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فلیعنیہ علیہ ۔[1] اور اگر تکلیف دیئے بغیر چارہ نہ ہو تو خود اس کی مدد کرے۔

شوہروں کو چار ماہ سے زائد باہر رہنے سے روک دیا

(۵۳) حضرت عمرؓ نے فوجیوں کو چار ماہ سے زیادہ باہر رہنے سے روک دیا حالانکہ اس سے پہلے ایسا کوئی قانون نہیں ملتا ہے۔

صورت یہ ہوئی کہ حسب دستور رات کو گشت کر رہے تھے ایک گھر سے عورت کے ایسے اشعار پڑھنے کی آواز آئی جن میں شہوانی جذبات کا اظہار تھا۔ عورتوں سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ دو ماہ تک شوہر کی جدائی برداشت ہو سکتی ہے تیسرے ماہ قوتِ برداشت میں کمی آجاتی ہے اور چوتھے ماہ جذبات کی ہیجان انگیزی شباب پر ہوتی ہے۔ اس تحقیق کے بعد افسران کو لکھ بھیجا کہ کسی شخص کو چار ماہ سے زیادہ باہر نہ روکا جائے۔[2]

دراصل حضرت عمرؓ قرآن و سنت کی روح اور احکام کی مصلحت کو دیکھتے تھے ظاہری الفاظ پر اکتفا نہ کرتے تھے۔

فکان عمر یجتھد فی تعرف الحکمۃ	حضرت عمرؓ اس حکمت کی تلاش میں سرگرداں رہتے
التی نزلت فیھا الایۃ ویحاول	جس میں آیت نازل ہوئی ہے اور اس مصلحت کی
معرفۃ المصلحۃ التی جاء من	معرفت حاصل کرنے کی کوشش کرتے جس کی وجہ سے
اجلھا الحدیث ویاخذ بالروح	حدیث وارد ہوئی ہے اور روح و مغز کو لیتے
لا بالحرف ۔[3]	صرف ظاہری الفاظ پر اکتفا نہ کرتے۔

اس بناء پر ایسے بہت سے احکام وضع کئے جن کا ذکر ظاہر الفاظ میں نہیں ہے لیکن روح اور مصلحت میں موجود ہے۔

خوبصورتی کم کرنے کے لئے ایک شخص کا سر منڈا دیا

(۵۴) حضرت عمرؓ نے سیاستِ شرعیہ کے تحت نصر بن حجاج کا سر منڈا دیا اور کچھ رقم دے کر مدینہ سے جلاوطن کر دیا:-

---

[1] بخاری کتاب العتق باب قول النبی العبید اخوانکم [2] ازالۃ الخفاء مقصد دوم گشت حضرت عمرؓ۔ [3] القضاء فی الاسلام قضاء عمر ص۱۲۲۔

© rasailojaraid.com

وحلق عمرؓ راس نصر بن حجاج — عمرؓ نے نصر بن حجاج کا سر منڈایا اور مدینہ سے
ونفاہ من المدینة۔ [1] — جلاوطن کر دیا۔

رات کو گشت کے وقت ایک عورت کو یہ شعر پڑھتے سنا،

الا سبیل الی خمر فاشربه — ام لا سبیل الی نصر بن حجاج

دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ نصر بن حجاج نہایت خوبصورت آدمی ہے۔ جس کو عورتیں حسرت و آرزو کی نگاہ سے دیکھتی ہیں، آپ نے بلاکر اس کے سر کے بال منڈا دیے تاکہ خوبصورتی کچھ کم ہو جائے لیکن اس کے بعد وہ ظالم اور زیادہ خوبصورت نظر آنے لگا بالآخر اس کو جلاوطن کر دیا۔[2]

نصر بن حجاج سے جرم کا ارتکاب بعد میں ہوا ہے جس سے حضرت عمرؓ کی فراست ظاہر ہوتی ہے۔[3] لیکن شخصی حقوق میں مداخلت پہلے ہی کر دی اور کسی کو لب کشائی کی ضرورت نہ محسوس ہوئی۔

ولی کی مرضی کے خلاف غیر کفو میں نکاح کا حکم دیا

(۵۵) حضرت عمرؓ نے "ولی" کی مرضی کے خلاف غیر کفو میں نکاح کا حکم دیا جس کی صورت یہ ہوئی کہ "موالی" میں سے ایک مالدار شخص نے قریشی کی بہن سے پیغام بھیجا۔ قریشی نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ

ان لنا حسباً وانه لیس لها بکفو — ہم حسب و نسب والے ہیں وہ لڑکی کا کفو نہیں ہے۔

جب اس کی اطلاع حضرت عمرؓ کو پہونچی تو آپ نے قریشی کو بلاکر کہا کہ وہ مالدار بھی ہے اور پرہیزگار بھی اگر بہن راضی ہے تو نکاح کر دو:

زوّج الرجل ان کانت المرأة راضیة — اگر لڑکی راضی ہے تو اس سے نکاح کر دو

چنانچہ بھائی نے جاکر پوچھا تو وہ راضی ہو گئی اور نکاح کر دیا گیا:

فراجعها اخوها فرضیت فزوجها منه[4] — بھائی نے جب اس سے مراجعت کی تو وہ راضی ہو گئی

یہ کوئی معاشقہ کا معاملہ نہ تھا کہ حضرت عمرؓ نے مجبور ہو کر فیصلہ کیا ہو بلکہ حسب و نسب کے صنم کو توڑنا

---

[1] الطرق الحکمیہ فصل و سلک اصحابہ الخ۔ [2] ازالۃ الخفاء مقصد دوم گشت حضرت عمرؓ و الطرق الحکمیہ حوالہ بالا۔
[3] ازالۃ الخفاء مقصد دوم گشت حضرت عمرؓ۔ [4] ازالۃ الخفاء مقصد دوم سیاست فاروق اعظم۔

© rasailojaraid.com

مقصود تھا جس کے آہنی پنجہ میں اب مسلم معاشرہ گرفتار ہو گیا ہے۔

فقہاء کرام نے "کفوء" پر اتنی طویل بحث محض ازدواجی زندگی کو خوشگوار بنانے کے لئے کی تھی اگر کسی زمانہ میں یہ بحث ازدواجی زندگی کو ختم کرنے کا باعث ہو جائے تو غیر شرعی بن جائے گی جس کو فقہ کے ابواب سے خارج کرنا ضروری ہے، اور حالات و زمانہ کی رعایت سے کفوء کی نئی حد بندی لازمی ہے جس سے ازدواجی زندگی میں سہولت و خوش گواری پیدا ہو سکے۔

حسب و نسب اور معیارِ زندگی کے "بتوں" نے بہت سی مسلم بچیوں کو زندہ در گور بنا دیا ہے۔ جن لڑکیوں میں مذہب و روایات کا پاس نہیں ہے وہ اپنی مرضی سے راستہ تلاش کرنے میں آزاد ہیں لیکن جن میں حمیت و غیرت باقی ہے وہ سسک سسک کر پوری زندگی گذارنے پر مجبور ہیں۔

مسئلہ کا حل اونچی تعلیم میں تلاش کیا گیا تھا لیکن اب یہ مردانی تعلیم شادی کے قائم مقام بن رہی ہے۔ پہلے زیادہ تعلیم یافتہ لڑکی پسند کی جاتی تھی لیکن اب یہ رجحان بدل رہا ہے۔ مغربی معاشرہ نے عورت کو اس کی صنف سے خارج کر کے ایک نئی صنف میں تبدیل کر لیا ہے (جو کیا بتاؤں وہ کیا ہے؟) لیکن اسلامی معاشرہ اس کو کیسے برداشت کر سکتا ہے؟ وقت کے اس نازک مسئلہ پر کس کو توجہ دلائی جائے؟ جن حضرات سے کچھ جدوجہد کی توقع ہے۔ وہ خود شعوری یا غیر شعوری طور پر ان "بتوں" کے پجاری بنے ہوئے ہیں اور جو حضرات قیادت و سیادت کے دعویدار ہیں وہ اس قابل نہیں ہیں کہ ایسے سنجیدہ کام اپنے ہاتھ میں لیں، کاش کوئی "مردِ مومن" غیب سے نمودار ہوتا اور تمام ان "بتوں" کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتا۔ جن کی وجہ سے مسلم معاشرہ کرب والم میں مبتلا ہے۔ اور اپنے اقدار تک کو ختم کر دینے پر آمادہ ہے۔ جب تک خود عمل نہ ہو اسلامی تعلیمات پر وعظ کہ دینے سے کچھ کام چلتا ہے اور نہ ذمّہ داری سے سبکدوشی ہوتی ہے۔ حضرت عمرؓ امیر المومنین نے ایک دودھ فروش کی بیوہ لڑکی سے اپنے بیٹے "عاصم" کا نکاح کیا تھا جس کا واقعہ مشہور ہے[1] امیر المومنینؓ نے نہ لڑکی کا حسب و نسب دیکھا اور نہ معیارِ زندگی پر نظر کی بس ان کو یہ ادا پسند آئی کہ جب لڑکی کی ماں نے دودھ میں پانی ملانے کو کہا تو اس نے جواب دیا کہ "ظاہر و باطن ہر حال میں امیر المومنین کے حکم کی اطاعت

---

[1] ازالۃ الخفا، مقصد دوم گشت حضرت عمرؓ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرنی چاہیے یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ دن کی روشنی میں تو اطاعت ہو اور رات کی تاریکی میں خیانت ہو۔"

اُدھر شہزادے نے نہ جہیز کی خواہش کی نہ بیگ پر نظر کی اور نہ دل میں یہ خیال آیا کہ اس کی شادی دودھ بیچنے والی لڑکی سے کیوں کر ہو؟

دراصل ان دونوں کی نظر زندگی کے اصل معیار پر تھی اور وہ "تقویٰ" ہے جس کا ثبوت لڑکی کے جواب میں مل چکا تھا بلکہ اسی کو بنیاد بنا کر "شہزادہ" نے بطیب خاطر آمادگی ظاہر کی تھی اور شادی کا پیغام بھیجا گیا تھا۔

اب عقاید و عبادات میں نہیں بلکہ معاملات و معاشرت میں تجدید و اجتہاد کی ضرورت ہے "دور" کی تبدیلی سے یہی زیادہ مجروح ہوتے اور "رعایت" کو قبول کرتے ہیں بشرطیکہ وہ رعایت قرآن و سنت کی روح کے خلاف نہ ہو۔

لیکن چونکہ مذہب کے نام پر قدیم تنظیم سے وابستگی معاشرہ میں جڑ پکڑ لیتی ہے اور طویل عرصے کے بعد انقلابی رعایت کی ضرورت پیش آتی ہے اس بنا پر لوگوں کے ذہن قبول کرنے کے لئے تیار ہوتے ہیں اور نہ ان سے کسی صلہ کی توقع ہوتی ہے ایسی حالت میں تجدید و اجتہاد کے فرائض وہی شخص انجام دے سکتا ہے۔ جس کو نہ کسی طمع ہو اور نہ کسی کا خوف ہو بس اپنے مالک حقیقی کے سامنے جوابدہ ہو اور اسی کو مقصود بنا کر کام کرے۔

شعائر کی تعظیم میں غلو سے روکا (۵۶) حضرت عمرؓ نے "شعائر" کی تعظیم میں غلو سے روکا اور حجر اسود کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

انی لاعلم انک حجر لا تنفع ولا تضر [1] — میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے نہ نفع پہونچا سکتا ہے اور نہ نقصان۔

اور "رمل" کے بارے میں فرمایا:

مالنا وللرمل انما کنا رأینا بہ المشرکین وقد اھلکھم اللہ۔ [2] — رمل سے ہمارا کیا تعلق ہے اس کے ذریعہ ہم نے مشرکین کو مرعوب کیا تھا اب ان کو اللہ نے ہلاک کر دیا۔

لیکن چونکہ ان کا تعلق روایت و یادگار سے تھا اور خود رسول اللہ ﷺ کا عمل موجود تھا۔ اس بنا پر خود ترک کیا اور نہ ترک کرنے کا حکم دیا۔

---

[1] بخاری و مسلم و مشکوٰۃ باب دخول مکۃ والطواف۔ [2] بخاری باب الرمل۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تقدیر پر غلط اعتقاد سے روکا

(۵۷) حضرت عمرؓ نے تقدیر پر غلط اعتقاد سے روکا اور تقدیر کی اصل حقیقت کو واضح کیا، چنانچہ ایک مرتبہ ملک شام جارہے تھے راستہ میں معلوم ہوا کہ وہاں طاعون کی وبار شدت سے پھیلی ہوئی ہے، واپسی کا ارادہ کیا جس پر حضرت ابو عبیدہؓ نے اعتراض کیا:

افرارًا من قدر اللہ — کیا آپ تقدیر الٰہی سے بھاگ رہے ہیں۔

جواب میں فرمایا:

نعم نفر من قدر اللہ الیٰ قدر اللہ۔[1] — ہاں ہم اللہ کی تقدیر سے اللہ کی تقدیر کی طرف بھاگ رہے ہیں۔

" تقدیر" اللہ کے علم و اندازہ کا نام ہے۔ وہ کوئی آہنی زرہ نہیں ہے جو لوگوں کو پہنادی گئی ہو کہ لوگ بے بس ہوجائیں اور وہ قبضہ کرتی جائے۔ جس طرح وہاں جانا تقدیر سے ہے اسی طرح نہ جانا تقدیر سے ہے۔

چنانچہ آگے فرمایا:

ارایت لوکان ابل فهبطت وادیا له عدوتان احداهما خصبة والاخری جدبة الیس ان رعیت الخصبة رعیتها بقدر اللہ وان رعیت الجدبة رعیتها بقدر اللہ — اگر تمہارے پاس اونٹ ہوں اور کسی وادی میں اترو جس کے ایک طرف سرسبزی ہو اور دوسری طرف خشکی۔ اگر تم سرسبز حصہ میں چراؤ تو یہ بھی تقدیر سے ہے اور خشک حصہ میں چراؤ تو یہ بھی تقدیر سے ہے۔[2]

حالات کی رعایت سے حکومت کی شان وشوکت کو برقرار رکھا

(۵۸) حضرت عمرؓ نے حالات کی رعایت سے معاویہؓ کی شان وشوکت اور کر وفر کو برقرار رکھا جب انھوں نے کہا کہ "ہمارے یہاں جاسوس بہت ہیں اس کے بغیر ہم دشمن کو مرعوب نہیں کرسکتے ہیں"[3] حالانکہ اس وقت تک اسلام میں اس قسم کی ظاہرداریوں کو سخت ناپسند کیا جاتا تھا چنانچہ خود عمرؓ نے شام میں معاویہؓ کو دیکھ کر فرمایا تھا کہ "یہ عرب کا کسریٰ ہے"۔[4]

---

[1] مسلم باب الطاعون [2] تاریخ عمر لابن الجوزی الباب الثالث والثلاثون ص۶

[3] و [4] ازالۃ الخفا مقصد دوم فی تشقیف الفاروق ص۹۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نصرانی کاتب مقرر کرنے پر ناگواری ظاہر کی

(۵۹) حضرت عمرؓ نے حالات کی رعایت سے ابو موسیٰ اشعریؓ کو نصرانی کاتب مقرر کرنے پر سخت ناگواری ظاہر کی، حالانکہ اس سے پہلے حکومت میں دوسرے مذاہب والوں کی شرکت گذر چکی ہے۔ صورت یہ ہوئی کہ ابو موسیٰ اشعریؓ گورنر نے ایک نصرانی کو اپنا کاتب بنالیا (اس وقت یہ عہدہ نہایت ذمہ داری اور حکومت کی پالیسی سے متعلق تھا) جب عمرؓ کو اس کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے الگ کر دینے کا حکم دیا جواب میں ابو موسیٰؓ نے اس کی کارگذاریاں لکھ بھیجیں پھر بھی عمرؓ نے اجازت نہ دی اور کہا کہ جس کو اللہ نے خائن بنایا ہے ہمیں اس کو "امین" نہ بنانا چاہیے۔ ابو موسیٰؓ نے پھر لکھا کہ اس کے بغیر شہری انتظام درست نہیں ہو سکتا ہے جواب میں عمرؓ نے لکھا:

مات النصرانی [1]

اسی طرح ایک مرتبہ حضرت عمرؓ سے کہا گیا کہ مقام "انبار" کا ایک نصرانی دفتری کام میں نہایت ماہر ہے اگر آپ اس کو اپنا کاتب بنالیں تو بہت بہتر ہے، جواب دیا کہ:

لقد اتخذت اذاً بطانۃ من دون المومنین [2]	میں اس وقت غیر مومن کو دوست بنانے والا ہوں گا۔

اجتماعی تنظیم کی ایک تجویز کا خیال ظاہر کیا

(۶۰) حضرت عمرؓ نے قحط کے زمانہ میں جبکہ لوگوں کے حقوق پائمال ہو رہے تھے اجتماعی تنظیم کی ایک تجویز کا خیال ظاہر کیا، چنانچہ فرمایا۔

فواللہ لو ان اللہ ما یفرجھا ما ترکت	خدا کی قسم اگر اللہ اس صورتِ حال سے
باھل بیت من المسلمین لھم سعۃ	نجات نہ دے گا تو میں ہر مسلمان کے
الا ادخلت معھم اعدادھم من	گھر میں جس میں کچھ وسعت ہے اس کے
الفقراء فلم یکن اثنان یھلکان علی	افراد کے برابر غریب مفلسوں کو داخل
ما یقیم واحدا [3]	کر دوں گا کیونکہ نصف پیٹ کھانے سے کوئی ہلاک نہ ہوگا۔

---

[1] ازالۃ الخفا مقصد دوم فی تشقیف الفاروق رعیتہ۔ [2] ایضاً کلمات فاروق اعظم رضؓ

[3] تاریخ عمر بن الخطاب، الباب الثالث و الثلثون ص... وازالۃ الخفا و کلمات فاروقِ اعظم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ کوئی ترغیب کا معاملہ نہ تھا بلکہ قانون و فرض کی شکل تھی جیسا کہ "فو اللہ" اور "وخلت" سے ظاہر ہے اسی طرح "وسعت" تونگری کی حد تک نہ تھی بلکہ صرف شکم سیری تھی ورنہ ایک کی قوتِ حیات سے دو کے ہلاک نہ ہونے کی بات بے معنی ہو جاتی ہے۔

(۶۱) حضرت عمرؓ نے توسیعی پروگرام کے تحت معیارِ زندگی پر پابندی لگائی اور روزانہ گوشت کھانے سے روک دیا چنانچہ ذبح خانے خود تشریف لے جاتے اور جس کو دو دن گوشت خریدتے دیکھتے درّے سے سزا دیتے:

فاذا رأى رجلا اشترى لحما يومين متتابعين ضربه بالدرة [1]	جب کسی شخص کو دیکھتے کہ وہ دو دن مسلسل گوشت خرید رہا ہے تو اس کو درّے سے مارتے۔

اور یہ فرماتے تھے:

الا طويت بطنك لجارك وابن عمك [2]	تو نے اپنے پڑوسی اور چچیرے بھائی کے لئے کیوں کفایت نہیں کی۔

یہ قحط کے زمانہ کی بات نہ تھی کیوں کہ اس وقت تو نانِ جویں سے بھی شکم سیر ہونے کی حیثیت نہ تھی بلکہ حضرت عمرؓ معیارِ زندگی پر پابندی لگا کر اور لوگوں کو معاشی لحاظ سے خود کفیل بنا کر زندگی کے دوسرے سامان سے آراستہ کرنا چاہتے تھے۔ صرف زندہ رہنا اپنے اندر کوئی جاذبیت نہیں رکھتا ہے جب تک قیام و بقاء کے سامان نہ ہوں اور صرف قیام و بقاء کے سامان سے کام نہیں چلتا ہے جب تک دور کے لحاظ سے جلبِ منفعت و دفعِ مضرت کا انتظام نہ ہو جیسا کہ اس وقت دور کے لحاظ سے یہ سب انتظام ہوا تھا اور قرآن حکیم میں ہے:

واعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل [3]	جہاں تک ہو سکے قوت و طاقت کے سامان اور گھوڑے رکھ کر تیار رہو۔

آیت میں "من قوة" کو عام اس لئے رکھا گیا ہے کہ ہر دور میں قوت و طاقت کے سامان بدلتے رہتے ہیں۔

[1] تاریخ عمرؓ لابن الجوزی الباب الثالث والثلثون ص۔ [2] ایضاً۔ [3] انفال رکوع ۷۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور جلبِ منفعت و دفعِ مضرت کی نئی راہیں پیدا ہوتی رہتی ہیں اگر سامان کی فراہمی اور راہوں کے تعین میں تبدیلی کا لحاظ نہ کیا گیا اور قدیم تنظیم سے وابستگی بدستور قائم رہی تو آیت کی خلاف ورزی ہوگی اور قیام و بقاء کی ضمانت ضبط ہو جائے گی۔

دین و دنیا کی تقسیم مذہب کے غلط تصور کا نتیجہ ہے

مسلمانوں میں دین و مذہب کا جب تک صحیح تصور قائم رہا وہ برابر مذہبی فریضہ سمجھ کر تنظیمی تبدیلیوں کا ساتھ دیتے رہے۔ اور جب ان میں یہ تصور باقی نہ رہا تو دین و دنیا کی تقسیم ہوگئی، ہر قدیم شئی دین بن گئی اور ہر جدید شئی دنیا کے نام سے موسوم ہوگئی۔ منطق و قدیم فلسفہ 'دین' ہے اور سائنس و جدید فلسفہ 'دنیا' ہے۔ تیراندازی و بنوٹ دین ہے اور این۔ سی۔ سی و فوجی تربیت دنیا ہے انفرادی ملکیت کا تصور دین ہے اور اجتماعی تنظیم کا تخیل دنیا ہے۔ مکتب و مدرسہ کی ملازمت دین ہے اور کالج و یونیورسٹی کی ملازمت دنیا ہے۔ عبادت و اخلاق کی تبلیغ دین ہے اور ریسرچ و تحقیق کی تلقین دنیا ہے حکومتِ الٰہیہ کی دعوت دین ہے اور حالات و زمانہ کی رعایت دنیا ہے غرض جس پر قدامت کی چھاپ ہو وہ سب دین ہے اور جس کو جدت کی ہوا لگی ہو وہ سب دنیا ہے۔

نہایت دکھ کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مذہب کا یہ تصور مسلمانوں کو زندہ رہنے کے قابل کبھی نہیں بنا سکتا۔ لامحالہ اس تصور کی وجہ سے مذہب کو مسجد و مدرسہ کی چہار دیواری میں محدود رہنا پڑے گا۔ اور صرف سکون حاصل کرنے کے لئے مذہب کے "آستانہ" پر حاضری ہوتی رہے گی۔ (باقی)

فاروقِ اعظمؓ کے سرکاری خطوط

مرتبہ و مترجمہ
ڈاکٹر خورشید احمد فارق صاحب

مکاتیب و فرامین کا یہ بیش بہا مجموعہ اس ترتیب و تفصیل کے ساتھ اب تک کسی زبان میں وجود میں نہیں آیا تھا۔ ایک بے مثال تاریخی دور کی انتظامی خصوصیات اور امورِ مملکت سمجھنے کے لئے بہترین دستاویز: اصل عربی خطوط اردو ترجمے کے ساتھ اور ضروری تفصیلات کے ساتھ، ۲۵۴ خطوط۔ صفحات ۲۰۲ بڑی تقطیع۔

قیمت ۸/- مجلد ۹/-

ملنے کا پتہ، مکتبۂ برہان، اُردو بازار جامع مسجد، دہلی ۶

© rasailojaraid.com